1 اقتصادی منظر نامہ

1.1 عمومی جائزہ

ابھرتی ہوئی معیشتوں کو سست معاشی نمو کا سامنا ہے تاہم پاکستان کی معیشت نے مالی سال 15ء میں معقول کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔[1] گذشتہ برس کے مقابلے میں جی ڈی پی نمو میں معمولی اضافہ ہوا جبکہ اہم معاشی اظہاریوں مثلاً مہنگائی، مالیاتی توازن اور جاری کھاتے کے توازن میں بہتری آئی (جدول 1.1)۔

خاص طور پر کارکنوں کی ترسیلاتِ زر کی بھرپور نمو، بین الاقوامی مالی اداروں کی مسلسل مدد اور تیل کی عالمی قیمتوں میں بہت کمی کی بنا پر بیرونی شعبہ زیادہ مستحکم ہوگیا ہے۔ ملک کے زرِمبادلہ کے ذخائر 18.7 ارب ڈالر کی بلندترین تاریخی سطح پر پہنچ گئے ہیں اور پانچ ماہ سے زائد کے ملک کے درآمدی بل کو پورا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔[2] بیرونی شعبے میں یہ بہتری سال کے دوران شرح مبادلہ کے استحکام کو قائم رکھنے اور پاکستان کے لیے عالمی خطرے کے تاثر کو کم کے لیے بے حد ضروری تھی۔

جدول 1.1: معاشی اظہاریے

				مالی سال15ء	
	م س12ء	م س13ء ح	م س14ء ن	ہدف	اصل ع
نموفیصد میں					
حقیقی جی ڈی پی1	3.8	3.7	4.0	5.1	4.2
زراعت	3.6	2.7	2.7	3.3	2.9
صنعت	2.6	0.6	4.5	6.8	3.6
خدمات	4.4	5.1	4.4	5.2	5.0
گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت 1	11.0	7.4	8.6	8.0	4.5
بطور فیصد جی ڈی پی					
جاری کھاتے کا توازن2	-2.1	-1.1	-1.3	-1.1	-1.0
مالیاتی توازن3	-6.8	-8.2	-5.5	-4.9	-5.3
سرکاری قرضہ 2	64.5	65.1	65.1	--	64.8

ح: حتمی؛ ن: نظر ثانی شدہ؛ ع: عبوری

ماخذ : 1 پاکستان دفتر شماریات؛ 2 بینک دولت پاکستان؛ 3 وزارت خزانہ

پاکستانی روپے کی مستحکم مساوات سے گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کو قابو میں رکھنے اور ملک میں گرانی کی توقعات کو کم کرنے میں بھی مدد ملی۔ تاہم م س 15ء کے دوران گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت میں نمایاں کمی کی بنیادی وجہ تیل اور دیگر اجناس کی قیمتوں میں بڑی کمی تھی۔ اوسط گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت پچھلے سال کی شرح 8.6 فیصد سے گر کر م س 15ء میں صرف 4.5 فیصد ہوگئی۔ گرانی اور توازن ادائیگی کے مستحکم منظر نامے سے پالیسی سازوں کو نمو بڑھانے کی حکمت ہائے عملی نافذ کرنے کا بھی موقع ملا۔

مثال کے طور پر زری امور کو دیکھا جائے تو اسٹیٹ بینک نے دوران سال اپنا پالیسی ریٹ کم کیا: نومبر 2014ء اور مئی 2015ء کے درمیان مسلسل چار زری پالیسی فیصلوں میں اسٹیٹ بینک نے پالیسی ریٹ مجموعی طور پر 350 بی پی ایس گھٹایا۔[3] اسی طرح مالیاتی امور کے حوالے سے، حکومت کے ترقیاتی اخراجات سال کے بیشتر عرصے کے دوران زیادہ رہے، جن میں بیشتر انفرا اسٹرکچر کی ترقی پر توجہ مرکوز کی گئی۔ یہ اخراجات جولائی تا مارچ م س 15ء کے دوران 27 فیصد سال بسال بڑھے اور پھر چوتھی سہ ماہی میں کم ہوئے۔ سال کے دوران مجموعی سرکاری سرمایہ کاریاں 18.9 فیصد بڑھیں۔

پالیسی محرک (stimulus) کا کچھ اثر جی ڈی پی نمو پر نمایاں تھا۔ مثال کے طور پر حکومت کے انفرا اسٹرکچر میں خرچ کی وجہ سے تعمیراتی سرگرمیاں تیز ہوگئیں اور فولاد، سیمنٹ وغیرہ کی تیاری بڑھ گئی۔ اسی طرح تنخواہوں اور پنشنوں میں اضافے سے عمومی حکومتی خدمات کی نمو کو تحریک ملی۔ مالیات اور بیمے کی بحالی کا بھی حکومتی پیپرز میں بینکوں کی

---

[1] جن اہم ابھرتی ہوئی معیشتوں میں حالیہ مہینوں کے دوران سست رفتاری آئی ان میں چین، برازیل اور روس شامل ہیں۔

[2] ذخائر کی کفایت کے لیے بین الاقوامی معیار یہ ہے کہ یہ 3 ماہ کی درآمدات کے لیے کافی ہونے چاہئیں۔

[3] شرح سود کوریڈور کی بالائی حد جو 24 مئی 2015ء تک پالیسی ریٹ ہوتی تھی م س 15ء کے دوران مجموعی طور پر 300 بی پی ایس کم ہوئی۔ بعد میں 25 مئی 2015ء سے اسٹیٹ بینک نے شبینہ بازار زر ریپو سودوں کے لیے 'ٹارگٹ ریٹ' کو بطور نیا پالیسی ریٹ متعارف کرایا جو شرح سود کوریڈور کی بالائی حد سے 50 بی پی ایس نیچے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ م س 15ء کے دوران پالیسی ریٹ میں مجموعی کمی 350 بیسس پوائنٹ ہوئی۔

سرمایہ کاری سے تعلق ہے۔ تاہم ان پالیسیوں کا مجموعی اثر کم کم معلوم ہوتا ہے: خراب موسم (شعبہ فصل میں)، توانائی کی کمی اور کم بیرونی طلب جیسے عوامل کی بنا پر پیداوار میں کمی سے جی ڈی پی نمو متاثر ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان عوامل کی موجودگی میں م س 15ء میں 4.2 فیصد کی نمو خاصی معقول محسوس ہوتی ہے۔

اس بحث سے یہ بات مزید واضح ہوجاتی ہے کہ میکرو پالیسیوں کے اثرات حقیقی معنوں میں اسی وقت ظاہر ہوں گے جب معیشت کی ساختی کمزوریاں دور کی جائیں گی۔ اس کی ایک مثال نجی سرمایہ کاری ہے۔ شرح سود میں بہت کمی اور سرکاری سرمایہ کاریوں میں اضافے کے باوجود نجی سرمایہ کاری بحال نہیں ہوئی۔ سرمایہ کاروں کے اعتماد کے لیے ضروری ہے کہ مربوط اور یکساں طویل مدتی صنعتی وتجارتی پالیسیوں پر مشتمل بے یقینی سے پاک معاشی ماحول موجود ہو۔ جب تک ایسا ماحول مہیا نہیں کیا جاتا سرمایہ کار اپنا سرمایہ اس نظام میں شامل کرنے سے گریزاں رہیں گے۔

ایک اور عنصر جو اس وقت ملکی وغیر ملکی سرمایہ کاروں کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے وہ پاکستان میں توانائی کی فراہمی کی حالت ہے۔ پچھلے چند برسوں میں کاروباری اداروں کو بہت نقصان ہوا ہے کیونکہ بجلی اور گیس کی بندش بہت زیادہ ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ گذشتہ دو برسوں میں صورتِ حال ذرا بہتر ہوئی ہے تاہم چمڑے، کاغذ، شیشے جیسی کئی صنعتیں ابھی تک اپنی بہترین استعداد کے مطابق پیداوار دینے کے قابل نہیں ہوئیں۔[4] توانائی کی قلت کا مسئلہ ایک مربوط پالیسی کے فقدان کی بھی عکاسی کرتا ہے۔[5]

آخراً، معاشی نمو میں پائیدار اضافے کے لیے ملک کی برآمدی بنیاد میں مسلسل توسیع درکار ہے۔ برآمدی نمو کی حکمت عملی یا معقول درآمدی تبدل پر برسوں تک توجہ کے فقدان کے باعث بیرونی کھاتے پر دباؤ بڑھا ہے جس سے معیشت کو بلند نمو کی راہ پر گامزن ہونے کا موقع نہیں ملا۔ برآمدات بڑھانے کے لیے حکومت کو پہلے مبادیات درست کرنی چاہئیں: معیار کے حوالے سے سخت ضوابط نافذ ہونے چاہئیں، تحقیق اور لیبر کے اداروں کو مضبوط بنایا جانا چاہیے، ٹیکنالوجی کو بہتر بنانے کا عمل اختیار کیا جانا چاہیے اور مصنوعات کے تنوع اور ٹیرف کو بہتر بنانے کی کوششیں ہونی چاہئیں (**خصوصی سیکشن 4**)۔

ان امور کے باوصف پاکستان میں معاشی حالات پہلے سے زیادہ مستحکم ہیں اور سلامتی کی صورتِ حال نمایاں طور پر بہتر ہوئی ہے۔ نتیجتاً بین الاقوامی برادری میں ہمارے بارے میں منفی تاثر بتدریج تحلیل ہو رہا ہے۔ تاہم یہ بہتری ابھی تازہ ہے، فی الحال سرمایہ کاروں کو ضروری اعتماد نہیں ملا۔ اس دوران اب اپنی معیشت سے ساختی رکاوٹیں کم کرنے اور دستیاب مواقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے پر توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔

1.2 مالی سال 15ء کا جائزہ

حقیقی پیداوار کا شعبہ

م س 15ء میں پاکستان کی حقیقی جی ڈی پی نمو تھوڑی بہتر ہو کر 4.2 فیصد ہوگئی جو سات سال کے عرصے کی بلندترین شرح ہے۔ اس کا سبب شعبہ خدمات میں تیزی اور شعبہ زراعت کی کسی قدر بحالی تھی۔ اگرچہ کئی طویل عرصے سے موجود ساختی رکاوٹیں (مثلاً کم شرح سرمایہ کاری اور توانائی کی مسلسل قلت) تیز معاشی بحالی کی راہ میں حائل ہیں تاہم م س 15ء میں منفی موسمی دھچکوں اور کمزور بیرونی طلب کی وجہ سے یہ دشواری سنگین تر ہوگئی۔ چنانچہ جی ڈی پی نمو 5.1 فیصد کے ہدف سے کم رہ گئی۔

زراعت میں گلہ بانی کے شعبے (جس کا جی ڈی پی میں 11.8 فیصد حصہ ہے) کی بہتر کارکردگی سے م س 15ء کی مجموعی نمو بڑھ کر 2.9 فیصد ہوگئی جو گذشتہ برس کی 2.7 فیصد نمو سے تھوڑی زیادہ ہے۔ دوسری طرف فصلوں کے شعبے کو کئی دھچکے لگے جیسے ستمبر 2014ء کا سیلاب، اپریل 2015ء کی موسلا دھار بارشیں اور عالمی رجحانات کے مطابق زرعی پیداوار کی ملکی قیمتوں میں کمی۔ اس کے علاوہ کھاد کی قیمتوں میں اضافے سے خصوصاً ربیع کے دوران اس کی طلب کم ہوگئی جس سے بیشتر بڑی فصلوں کی یافت جو پہلے ہی کم تھی مزید کمزور ہوگئی۔[6]

---

[4] م س 15ء میں بھی بہت زیادہ توانائی کی ضرورت کی حامل ان صنعتوں میں پیداوار گیس کی بندش کی وجہ سے کم ہوئی۔

[5] مثال کے طور پر پانی اور گیس کی کم قیمتوں سے آب پاشی اور گھریلو ہیٹنگ میں زیاں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

[6] خریف (اپریل تا ستمبر) اور ربیع (اکتوبر تا مارچ) دونوں کے دوران یوریا کے سال بسال استعمال میں کمی سے، جو بنیادی طور پر اس کی قیمتوں میں اضافے کی بنا پر ہوئی، فصلوں کی کم یافت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ ساتھ ہی زرعی پیداوار کی کم قیمتوں سے کاشت کاروں میں اپنی پیداوار کو خوب بڑھانے کے حوالے سے حوصلہ شکنی ہوئی (مثلاً کپاس میں بعض کسانوں نے مارکیٹ میں اچھی قیمتیں نہ ملنے کے باعث تیسری اور چوتھی چنائی کا انتظار نہیں کیا)۔

شکل 1.1: شرح سرمایہ کاری اور جی ڈی پی نمو (اوسط 2005-2014ء)

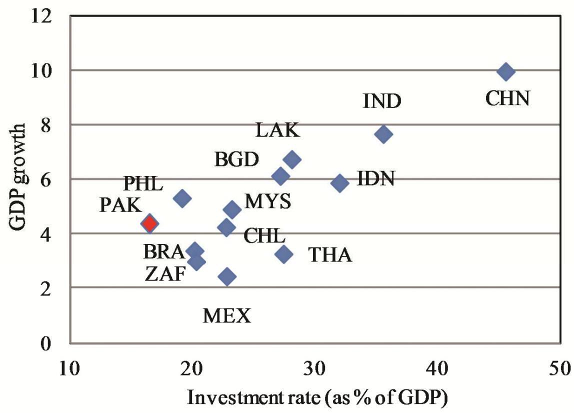

Source: Haver Analytics
BGD: Bangladesh; BRA: Brazil; CHN: China; CHL: Chile; IDN: Indonesia; IND: India; LAK: Sri Lanka; MYS: Malaysia; MEX: Mexico; PAK: Pakistan; PHL: Phillippines; THA: Thailand; ZAF: South Africa

مسلسل کم یافت ملک میں طویل مدتی غذائی سلامتی کے حوالے سے باعث تشویش ہے [7] خصوصاً اس صورتِ حال میں جب زیر کاشت رقبہ بڑھانے کے امکانات محدود ہیں اور روز افزوں آبادی کی وجہ سے خوراک کی طلب میں اضافہ ہو رہا ہے (دوسرا باب)۔ [8,9] ماحولیاتی تبدیلی اور اس تبدیلی کی بنا پر غذائی و آبی سلامتی کو درپیش خطرے کی بنا پر طویل مدت میں غذائی پائیداری کو یقینی بنانا مزید دشوار ہو گیا ہے۔ پانی کی کمی کے حوالے سے اضافی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت، بہتر پیداواریت اور تحفظ کی اہمیت بے پناہ ہے۔

کسی قدر مثبت پیش رفت (مثلاً معدنیات، دھاتوں اور دیگر صنعتی خام مال کی قیمتوں میں بہت کمی اور تعمیرات کی بھرپور نمو) کے باوجود م س 15ء کے دوران صنعتوں کی کارکردگی اچھی نہیں رہی۔ سب سے زیادہ سست رفتاری بڑے پیمانے پر اشیا سازی کے شعبے میں درج کی گئی جس میں م س 15ء کے دوران صرف 3.3 فیصد نمو ہوئی جبکہ پچھلے سال 4.1 فیصد ہوئی تھی اور ہدف 7.0 فیصد تھا۔ کچھ سست رفتاری تو دیگر صنعتوں (جیسے چینی، کھاد، خوردنی تیل اور گھی اور پٹرولیم مصنوعات) کے مضبوط اساسی اثر کی وجہ سے متوقع تھی تاہم کمزور بیرونی طلب (جس نے سوتی دھاگے، ملبوسات اور دیگر ٹیکسٹائل اشیا کو متاثر کیا) اور بعض صنعتوں (مثلاً ٹیکسٹائل، شیشہ، کاغذ، چمڑا) میں مسلسل توانائی کی قلت کی وجہ سے م س 15ء میں بڑے پیمانے پر اشیا سازی کی نمو مزید کم ہو گئی۔

م س 15ء میں شعبہ خدمات کی نمو 5.0 فیصد رہی جو باآسانی م س 14ء کی نمو 4.4 فیصد سے تجاوز کر گئی۔ اس کا سب سے بڑا سبب عمومی حکومتی خدمات اور مالیات و بیمہ کی بھرپور بحالی تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، عمومی حکومت کے حصے میں اس بھرپور اضافے کی تشریح تنخواہوں اور پنشن میں اضافے سے ہوتی ہے۔ مالیات و بیمے کے اندر پاکستان کا شعبہ بینکاری بہتر آمدنی کے طفیل بدستور مضبوط کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ بینکاری صنعت کا منافع م س 15ء کے دوران تیزی سے بڑھا جس کا سب سے بڑا سبب حکومتی تمسکات میں ان کی سرمایہ کاری تھی۔ خدمات کی مد کے بقیہ ذیلی شعبوں میں م س 15ء کے دوران پچھلے برس کی نسبت پست تر نمو درج کی گئی۔

طلبی حوالے سے صَرف جی ڈی پی نمو کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے تاہم سرمایہ کاری کی شرح جامد رہی اور م س 15ء کے دوران لگ بھگ 15 فیصد پر قائم رہی۔ جیسا کہ مختلف ملکوں کے شواہد سے ظاہر ہے، سرمایہ کاری اور نمو میں بلاواسطہ تعلق ہے (**شکل 1.1**)۔ چنانچہ سرمایہ کاری کی پیہم کمزور سطح ان وجوہ میں سے ایک ہے جن کی بنا پر ملک میں جی ڈی پی کی پائیدار اور بلند نمو حاصل نہیں ہو سکی۔

شعبہ توانائی

م س 15ء میں تیل کی عالمی قیمتوں میں بے حد کمی نے شعبہ توانائی کے مختلف اجزا پر مختلف اثرات مرتب کیے۔ تیل کی گرتی ہوئی قیمتوں کا فائدہ صارفین کو منتقل کرنے کے حکومتی فیصلے سے اہم ایندھنوں (مثلاً ہائی اسپیڈ ڈیزل، موٹر اسپرٹ، فرنس آئل) کی لاگت بہت کم ہو گئی۔ [10] حقیقت یہ ہے کہ تیل کی عالمی قیمتوں کی مقامی خردہ ایندھن قیمتوں کو منتقلی پاکستان میں بیشتر علاقائی اور ترقی یافتہ معیشتوں کے مقابلے میں زیادہ تھی (**شکل 1.2**)۔ [11] نتیجتاً ٹرانسپورٹ کے شعبے میں پٹرول کی ملکی طلب دوران سال تیزی سے کم ہوئی جس

---

[7] پاکستان جیسے زرعی ملک کے لیے بہتر یافت کے ذریعے خوراک کی بڑھتی ہوئی دستیابی بے حد ضروری ہے کیونکہ غذا درآمد کرنے سے توازن ادائیگی کے مسائل سنگین تر ہو جائیں گے۔

[8] اکانومسٹ انٹیلی جنس یونٹ کی پیش کردہ درجہ بندی کے مطابق غذائی سلامتی کے لحاظ سے پاکستان 109 ممالک میں بہت نیچے، 77 ویں نمبر پر ہے۔

[9] پانی کی قلت، شہروں کی طرف ہجرت اور مٹی کا معیار گرنا وہ چند عوامل ہیں جو زیر کاشت رقبہ بڑھانے کا دائرہ محدود کرتے ہیں۔

[10] مالی سال 15ء کے دوران پٹرولیم (پریمیم کوالٹی) اور ہائی اسپیڈ ڈیزل کی ملکی قیمتیں بالترتیب 28 فیصد اور 20.3 فیصد کم ہوئیں۔

[11] تاہم اس منتقلی کا حجم مختلف ممالک میں مختلف رہا جس کا انحصار ایندھن کی قیمت کے موجودہ نظام پر تھا۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے اسٹیٹ بینک کی دوسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 15ء میں باکس 1.1: 'خام تیل کی قیمتوں میں کمی اور گیسولین کے ملکی نرخوں کو منتقلی'۔

شکل 1.2: اکتوبر 14ء اور اگست 15ء کے درمیان گیسولین کی قیمت میں کمی

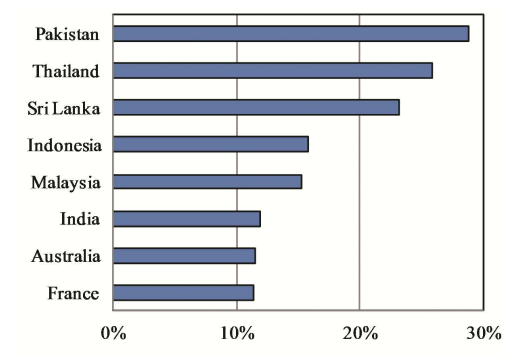

Source: www.globalpetrolprices.com/gasoline_prices/

سے ظاہر ہوتا ہے کہ سی این جی استعمال کرنے والوں نے پٹرولیم مصنوعات کا استعمال شروع کردیا۔

دوسری طرف بجلی کے شعبے میں اکٹھا ہونے والے واجبات اس کی کارکردگی کو متاثر کرتے رہے۔ بجلی کی مجموعی پیداوار م س 15ء کے دوران صرف 1.6 فیصد بڑھی، جو بجلی کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے ناکافی تھی۔ چنانچہ سال کے دوران لوڈ مینجمنٹ کا سلسلہ جاری رہا (تیسرا باب)۔

نظم و نسق کو بہتر بنانا بجلی کے شعبے کے عمیق ساختی مسائل کو حل کرنے کے لیے بے حد ضروری ہے تاہم ریزیڈوئل فیول آئل (RFO) کی گرتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے پیداوار کی اوسط لاگت میں کمی سے حکومت کو موقع ملا کہ صارفین کے لیے فوائد کو روک کر قابل وصولی رقوم کے بڑھنے کا سلسلہ روک سکے۔[12, 13] تاہم جب نیپرا نے یہ فائدہ بجلی کے صارفین کو منتقل کیا تو گردشی قرضے سے پیدا ہونے والے سیالیت کے مسائل نظام کے چلنے کی راہ میں بدستور رکاوٹ بنے رہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ حکومت نے حال ہی میں اعلان کردہ پاور پالیسی کے مطابق درآمد شدہ آر ایف او پر ملک کا انحصار کم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ تیل کی قیمتوں میں کمی کے باوجود بجلی کی مجموعی پیداوار میں آر ایف او کا حصہ م س 14ء میں 38.5 فیصد سے کم ہو کر م س 15ء میں 33.2 فیصد ہو گیا۔[14] گیس کی بہتر فراہمی (جس سے ٹرانسپورٹ کے شعبے سے منتقلی کی عکاسی ہوتی ہے) اور مئی جون 2015ء کے دوران ہائیڈل پیداوار کی بھرپور بحالی کی وجہ سے بجلی کی مجموعی پیداوار پچھلے سال کی سطح سے تجاوز کر گئی۔

مزید برآں، یکم جولائی 2015ء سے حکومت نے نئے سرچارجز متعارف کرائے ہیں جو بجلی کے ٹیرف کو پیداواری لاگت کے قریب لائیں گے۔ ایک لحاظ سے نیا ٹیرف نظم و نسق کی ناقص لاگت اور بجلی کے شعبے کی عدم کارکردگی کا زیادہ تر حصہ صارفین کو منتقل کردے گا۔[15] دوسری جانب ترسیل و تقسیم کی کمپنیوں کو اپنی کارروائیوں میں بہتری لانے کی کوئی ترغیب حاصل نہیں، چاہے ان کی نجکاری ہو چکی ہو۔

آخراً، اگرچہ استعداد کے مسائل، انتظامی رکاوٹیں اور سلامتی کے معاملات پاکستان میں گیس کے شعبے کی ترقی کو بدستور روکے ہوئے ہیں، تاہم خام تیل کی گرتی ہوئی قیمتوں کے باعث سرچشمہ نرخوں میں کمی نے پاکستان میں آئندہ گیس کی دریافت و پیداوار کے امکانات کو مزید متاثر کیا ہے۔[16] یہ باعث تشویش ہے کیونکہ گیس کے ثابت شدہ ذخائر نیز گیس کی سالانہ پیداوار پہلے ہی زوال پذیر ہیں۔ علاوہ ازیں توانائی کے ہائیڈل اور متبادل ذرائع کی سست ترقی کی بنا پر یہ خدشہ ہے کہ مستقبل میں توانائی کے شعبے میں مہنگے بیرونی وسائل پر پاکستان کا انحصار بڑھ جائے گا جس سے بیرونی شعبے کی کمزوریوں میں اضافہ ہوگا۔

گرانی

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، م س 15ء میں اوسط گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت پچھلے سال کی شرح 8.6 فیصد سے تیزی سے کم ہو کر 4.5 فیصد ہو گئی۔ یہ شرح سال کے ہدف 8.0 فیصد اور سال کے آغاز پر اسٹیٹ بینک کے تخمینوں دونوں سے کافی کم تھی۔ کئی عوامل گرانی میں اس کمی کی وضاحت کرتے ہیں۔

---

[12] آخر جون 2015ء تک گردشی قرضے کا واجب الادا حجم 648 ارب روپے تک پہنچ گیا جبکہ آخر ستمبر 2014ء میں 526 ارب روپے تھا (ماخذ: پاکستان آئی ایم ایف کنٹری رپورٹ نمبر 15/278، اکتوبر 2015ء)

[13] مالی سال 15ء کے دوران فرنس آئل کی قیمت میں 30.1 فیصد کی کمی سے بجلی کی پیداوار کی لاگت 22.2 فیصد گھٹ گئی۔ اس سے حکومت کو زر اعانت برائے تفرق نرخ (tariff differential subsidy, TDS) م س 14ء میں 230 ارب روپے سے کم کر کے م س 15ء میں 174 ارب روپے تک لانے میں مدد ملی۔ اگر نیپرا نے (فیول ایڈجسٹمنٹ چارجز میں بار بار کمی کر کے) پیداواری لاگت کا فائدہ صارفین کو نہ منتقل کیا ہوتا تو گردشی قرضے میں اضافہ رک جاتا اور ٹی ڈی ایس میں مزید کمی ہوتی۔

[14] اگرچہ م س 15ء میں فرنس آئل کی درآمد 6.2 فیصد گر گئی تاہم اس کی ملکی پیداوار صرف 2.6 فیصد بڑھی (م س 14ء میں 9.4 فیصد کے مقابلے میں)۔

[15] تاہم نرخنامے کے اس نئے ڈھانچے میں بجلی کے لائف لائن صارفین (بہت کم بجلی استعمال کرنے والے) کا تحفظ قائم رکھا گیا ہے۔

[16] برینٹ کروڈ آئل کی اوسط قیمت، جو جون 2014ء میں 111.87 ڈالر فی بیرل تھی، سے گیس کی سرچشمہ قیمت 6.3 ڈالر فی ایم ایم بی ٹی یو سامنے آئی۔ جون 2015ء میں جب خام تیل کی قیمتیں کم ہو کر 62.35 ڈالر فی بیرل ہو گئیں تو گیس کی سرچشمہ قیمت بھی گھٹ کر 5.1 ڈالر فی ایم ایم بی ٹی یو ہو گئی۔

شکل 1.3: اوسط گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت

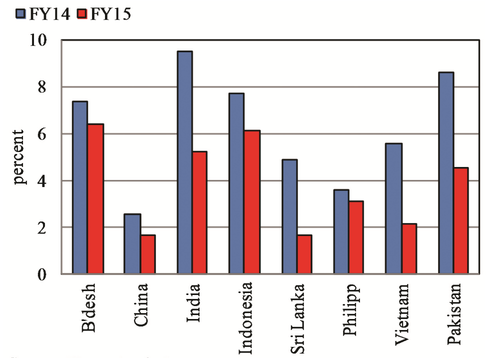

Source: Haver Analytics

- سب سے اہم عامل اجناس کی عالمی قیمتوں میں بہت کمی ہے جس نے کئی دیگر مما لک میں بھی گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کو کم کر دیا (**شکل 1.3**)۔ پاکستان میں ملکی گرانی پر اس کا اثر نمایاں تھا کیونکہ حکومت نے پٹرولیم مصنوعات کی کم قیمتوں کا فائدہ صارفین کو منتقل کیا۔ مزید فائدہ اس وقت ہوا جب پٹرولیم مصنوعات کے کم نرخوں کا اثر صارف اشاریہ قیمت باسکٹ کی دوسری اجناس پر بھی پڑا جن کی گرانی کم ہوگئی۔[17]
- جولائی تا فروری م س 15ء میں گذشتہ سال کی اسی مدت کے مقابلے میں پاکستانی روپیہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں مضبوط رہا۔[18] چنانچہ اس مدت میں روپے کے لحاظ سے درآمدات کم مہنگی تھیں۔
- مستحکم روپے اور پٹرولیم کی کم قیمتوں کے مشترکہ اثر نے آئی بی اے اسٹیٹ بینک کے اعتماد صارف سروے کے مطابق گرانی کی توقعات کو کم کرنے میں بھی مدد دی۔[19, 20]
- مجموعی طور پر گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت میں کمی وسیع البنیاد ہے جس میں غذا اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کا غالب حصہ ہے (**چوتھا باب**)۔[21] قوزی گرانی کے تمام پیمانوں (غیر غذائی غیر توانائی، تراشیدہ اوسط اور ص اق کا نسبتاً مستحکم جز) میں دوران سال قابل ذکر کمی درج کی گئی۔

تھوک اشاریہ قیمت (WPI) کے حوالے سے اجناس کی بین الاقوامی قیمتوں میں نمایاں کمی کا اثر اور بھی واضح تھا۔ اس اشاریے میں سال بھر گرانی میں کمی یا قیمتوں کی تقلیل دیکھی گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ تھوک اشاریہ قیمت میں درآمدشدہ اشیا (مثلاً فرنس آئل، کھاد، سیمنٹ، فولاد/دھاتیں، شیشے کی چادر اور لکڑی) صارف اشاریہ قیمت کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔

زری پالیسی اور انتظام سیالیت

بیرونی کھاتے میں بڑھتی ہوئی بہتری، گرانی اور گرانی کی توقعات میں نمایاں کمی اور مالیاتی خسارے کے قابو میں ہونے سے اسٹیٹ بینک کو اپنا زری پالیسی موقف محتاط سے بدل کر نرمی کی طرف لانے کی موقع ملا۔[22] وسط نومبر 2014ء سے مئی 2015ء کے درمیان چار مسلسل زری پالیسی فیصلوں میں اسٹیٹ بینک نے شرح سود کوریڈور کی بالائی حد مجموعی طور پر 300 بی پی ایس سے کم کر کے 7.0 فیصد کر دی جو کئی دہائیوں کی پست ترین شرح ہے۔[23]

انتظام سیالیت کے حوالے سے مرکزی بینک کے لیے اہم چیلنج حکومت کی ان کوششوں سے تعلق رکھتا ہے جو وہ اسٹیٹ بینک سے قرض کو آئی ایم ایف کی مقرر کردہ بالائی حدود کے اندر رکھنے کے لیے کر رہی ہے۔ ان کوششوں کے سلسلے میں حکومت نے م س 15ء میں مرکزی بینک کے 434.3 ارب روپے واپس کیے جبکہ م س 14ء میں لیا گیا خالص قرض 159.8 ارب روپے تھا۔[24] اس کی وجہ سے روپے کی ملکی سیالیت پر دباؤ پیدا ہوا کیونکہ حکومت نے کمرشل بینکوں سے قرضے لے کر اسٹیٹ بینک کو قرض واپس کیا۔

شرح سود میں مزید کمی کی توقعات کی بنا پر بینک حکومتی تمسکات میں رقوم رکھنے کے خواہاں تھے۔ نتیجتاً حکومتی تمسکات میں کمرشل بینکوں کی سرمایہ کاری میں 14 کھرب روپے کا اضافہ

---

[17] صارف اشاریہ قیمت باسکٹ کی وہ اشیا جن کی قیمتیں انتظامی طور پر کنٹرول کی جاتی ہیں ان میں م س 15ء کے دوران 0.3 فیصد کی ارزانی دیکھی گئی جبکہ پچھلے سال 7.8 فیصد کی گرانی تھی۔

[18] جولائی تا فروری م س 15ء کے دوران امریکی ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی اوسط مساوات میں 3.8 فیصد سال بسال کی کمی درج کی گئی۔

[19] گرانی کی توقعات کے اہم اشاریوں (مجموعی، غیر غذائی غیر توانائی اور توانائی) میں سال کے دوران کیے گئے 6 میں سے 5 سرویز میں سال بسال کمی درج کی گئی۔

[20] پاکستان میں کاروباری ادارے اپنی گرانی کی توقعات کا تعین کرنے کے لیے پاکستانی روپے اور گھرانے پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کو دیکھتے ہیں۔

[21] غذا اور پٹرولیم مصنوعات کے زمروں میں سے سات اشیا کی گرانی میں کمی م س 15ء کے دوران گرانی میں نرمی کے 45 فیصد سے زائد حصے کی وضاحت کرتی ہے۔

[22] وسط نومبر 2013ء سے وسط نومبر 2014ء تک ایک سالہ عرصے کے دوران اسٹیٹ بینک نے اپنا ڈسکاؤنٹ ریٹ کسی تبدیلی کے بغیر 10 فیصد رکھا۔

[23] اسٹیٹ بینک کے ٹارگٹ ریٹ میں 14 ستمبر 2015ء سے 50 بیسس پوائنٹ کٹوتی کے بعد بالائی حد مزید کم ہوگئی۔

[24] یہ واپسی سال کی دوسری اور تیسری سہ ماہی میں اسٹیٹ بینک سے خالص میزانیہ قرض پر آئی ایم ایف کی سہ ماہی حدود پوری کرنے کے لیے کافی تھی۔

ہوا جو آخر جون م س 15ء تک 55 کھرب روپے کی بلند ترین سطح پر پہنچ گیا۔ اسٹیٹ بینک نے اس کے جواب میں نجی شعبے کے لیے قابل قرض رقوم کی وافر دستیابی کو یقینی بنانے کی غرض سے بازارِ زر کے سودوں (OMOs) کے ذریعے ادخال سیالیت کے اقدامات بڑھا دیے، خصوصاً دوسری سہ ماہی کے دوران۔ سیالیت کے ان ادخالات سے زری پالیسی بھی زیادہ موثر ہوگئی کیونکہ پالیسی اشاروں کی خردہ نرخوں کو منتقلی بہتر ہوئی۔[25] بازارِ زر کے سودوں کا حجم بہت بڑھ کر دس کھرب روپے تک پہنچ گیا اور سال کے بقیہ حصے کے دوران زیادہ ہی رہا۔[26] دلچسپ امر یہ ہے کہ حکومت کی قرض کی اشد ضروریات کے ہمراہ بازارِ زر کے خاصے ادخالات کی وجہ سے کمرشل بینکوں کو گنجائش مل گئی کہ حکومتی پیپرز میں اپنی کچھ سرمایہ کاریوں کے لیے رقوم اسٹیٹ بینک کی قلیل مدتی سیالیت کے ذریعے حاصل کریں۔[27]

تاہم م س 15ء میں نجی شعبے کو قرض میں صرف 208.7 ارب روپے کا اضافہ ہوا جبکہ پچھلے سال یہ رقم 371.4 ارب روپے تھی۔ اس سست رفتاری کا سبب کئی عوامل ہیں : (الف) اجناس کے نرخوں میں بہت کمی جس نے دوران سال جاری سرمائے اور تجارتی مالکاری قرضوں کی طلب گھٹا دی، (ب) وہ رکاوٹیں جن کا تعلق نرخوں سے نہیں (مثلاً بجلی کی قلت اور کمزور بیرونی طلب)، (ج) شرح قرض گاری کی نسبت گرانی میں زیادہ کمی جس نے قرض گیری کی حقیقی لاگت بڑھا دی، اور (د) بعض مخصوص شعبے کے حالات جیسے گنے کی کم پیداوار۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ معینہ سرمایہ کاری قرضے (ایک سال سے زائد میعاد والے) م س 15ء میں 126.9 ارب روپے بڑھ گئے جبکہ م س 14ء میں یہ اضافہ 72.3 ارب روپے تھا۔ ان میں بیشتر قرضے تعمیرات اور منسلکہ صنعتوں میں مرتکز تھے جن کے معیشت کے دیگر شعبوں سے روابط ہیں۔ تاہم پاکستان میں نجی شعبے کو قرض اور جی ڈی پی کی شرح نہ صرف خطے میں پست ترین ہے بلکہ مسلسل رو بہ زوال ہے۔ مزید برآں، قرض کا مجموعی اختصاص اشیا سازی کے شعبے میں اور چند بڑے سائز کے قرض گیروں میں بہت زیادہ مرتکز ہے (**خصوصی سیکشن 1**)۔ چونکہ پاکستان میں مالی شعبے پر بینک چھائے ہوئے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ بہت مستحکم اور ساکھ کی حامل کمپنیوں سے آگے بڑھ کر دیکھیں اور ان شعبوں کو قرضے دیں جنہیں یہ سہولت کم میسر ہے (مثلاً ایس ایم سی، زراعت اور صارفین)۔ اس کے لیے انہیں روایتی سوچ سے ہٹ کر کوئی حل نکالنا ہوگا اور بہتر ساخت کی مالی مصنوعات سامنے لانی ہوں گی۔

آخراً، م س 15ء میں مجموعی اجناسی قرضے 71.8 ارب روپے بڑھ گئے، جو م س 14ء کے اضافے سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس کی وجہ سے اجناسی کارروائیوں کے قرضوں کا واجب الادا اسٹاک آخر جون 2015ء تک 564.5 ارب روپے کی بلند ترین سطح تک پہنچ گیا۔[28] اس میں سے 52 فیصد فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی اور زرِ اعانت کی مد میں قابل وصولی رقم کو ظاہر کرتا ہے۔ اجناسی کارروائیوں کی لاگت کو قابو میں رکھنے اور مالیاتی شفافیت کو بہتر بنانے کے لیے ان قابل وصولی رقوم کا موزوں طور پر تصفیہ کرنا بے حد ضروری ہے۔

مالیاتی پالیسی

م س 15ء میں مالیاتی خسارہ تھوڑا بہتر ہو کر جی ڈی پی کا 5.3 فیصد ہو گیا جبکہ پچھلے برس 5.5 فیصد تھا۔ یہ خوش آئند ہے کیونکہ تیل کی قیمتوں میں نمایاں کمی اور دوران سال اشیا سازی کی کم کم سرگرمیوں نے ٹیکس وصولی کو جو پہلے ہی بہت سست تھی مزید دشوار بنا دیا تھا۔

م س 15ء کے دوران ٹیکس محاصل صرف 17.7 فیصد بڑھ سکے جو 30.1 فیصد کے ہدف سے خاصا کم ہے۔ ٹیکسوں میں فیڈرل بورڈ آف ریونیو نے م س 15ء میں 2588 ارب روپے اکٹھا کیے جو 2605 ارب روپے کے ہدف سے بھی کم ہے جسے نظر ثانی کر کے گھٹایا جا چکا تھا۔[29] اگرچہ انتظامی کمزوری اور ٹیکس نفاذ کے مسائل ٹیکس وصولی کی راہ میں بدستور رکاوٹ بنے ہوئے ہیں تاہم ایف بی آر کے لیے تیل کی عالمی قیمتیں گرنے سے مسائل پیچیدہ تر ہو گئے۔ اس کی بنا پر نہ صرف ملکی فروخت پر سیلز ٹیکس کی نمو متاثر ہوئی بلکہ حکومت کے لیے توانائی سے متعلق دیگر محاصل (یعنی تیل اور گیس کی رائلٹی، خام تیل پر ونڈ فال لیوی اور رکھا گیا ڈسکاؤنٹ) بھی محدود ہو گئے۔

---

[25] جون 2014ء سے جون 2015ء کے درمیان اضافی قرضوں پر بہ وزن اوسط شرح قرض گاری میں 213 بی پی ایس کی کمی آئی۔

[26] زر بنیاد پر سیالیت کے ان ادخالات کا توسیعی اثر اسٹیٹ بینک سے حکومتی قرض کی خالص واپسی کی وجہ سے زائل ہو گیا۔

[27] جون 2015ء کے لیے سہ ماہی ٹی بل کی ثانوی بازار کی یافت اور شبینہ ریپو ریٹ کے درمیان اوسط تفاوت 41 بی پی ایس تھا، جو اسی مہینے کے سہ ماہی اور ششماہی ٹی بلز کے درمیان صرف 4 بی پی ایس کے ٹرم پریمیم سے بہت زیادہ ہے۔

[28] مالی سال 15ء میں ہونے والے اضافے کی بڑی وجہ خریداری ایجنسیوں کی جانب سے ماضی کے قرضوں کی موسمی واپسی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ م س 15ء میں نجی شعبہ پہلے ہی 7 لاکھ ٹن سستی گندم درآمد کر چکا تھا جس کے نتیجے میں خریداری ایجنسیوں کے پاس نئی فصل کی آمد سے پہلے غیر فروخت شدہ اسٹاک بچ گیا۔

[29] مالی سال 15ء کے لیے ایف بی آر کی ٹیکس وصولی کا اصل ہدف 2810 ارب روپے تھا۔

بلاواسطہ ٹیکسوں میں حکومت ودہولڈنگ ٹیکسوں کے ذریعے محاصل بڑھانے پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی رہی ہے۔ نتیجتاً بلاواسطہ ٹیکسوں میں ودہولڈنگ ٹیکس کا حصہ م س 15ء میں بڑھ کر لگ بھگ 65 فیصد ہوگیا جبکہ م س 10ء میں 50 فیصد تھا۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ م س 15ء میں انکم ٹیکس 'آن ڈیمانڈ' کی نمو بہت تیز ہوگئی (**پانچواں باب**)۔ نادرا کو دستیاب کوائف کو استعمال کرکے ممکنہ ٹیکس گزاروں کو ٹیکس کے دائرے میں لانا بہت ضروری ہے کیونکہ 11.0 فیصد کی ٹیکس جی ڈی پی شرح، گوکہ پچھلے سال سے ذرا سی زیادہ ہے، تاہم اب بھی خطے کی پست ترین شرحوں میں شامل ہے۔[30]

صوبائی فاضل میں بڑی کمی کی وجہ سے م س 15ء کے لیے مالیاتی خسارے کا ہدف 4.9 فیصد حاصل کرنا مزید دشوار ہوگیا۔ اصل فاضل م س 15ء میں 87.3 ارب روپے تھا جبکہ ہدف 289 ارب روپے تھا۔ اس کی وجوہات یہ تھیں: (1) اس سال وفاقی ٹیکس محاصل میں کمی سے صوبوں کو قابل تقسیم پول سے موصول ہونے والی رقم بھی گھٹ گئی (کیونکہ صوبے بدستور وفاقی حکومت سے منتقلیوں پر انحصار کررہے ہیں)، (2) صوبوں کی اپنی ٹیکس وصولی کی نمو بھی اب کم ہوتی جارہی ہے جس سے محدود استعداد اور طریقہ کار کے مسائل کی عکاسی ہوتی ہے، اور (3) م س 15ء میں صوبوں نے اپنے جاریہ اخراجات 18.2 فیصد بڑھا دیے جبکہ پچھلے سال یہ شرح 7.0 فیصد تھی۔

جب ٹیکس وصولی اور صوبائی فاضل ہدف سے کم ہوگیا تو مالیاتی استحکام کا بوجھ ترقیاتی اخراجات پر پڑ گیا۔ حکومت نے ترقیاتی مد میں مختص رقم کو ہدف سے 16.7 فیصد کم کردیا۔[31] ساتھ ہی وفاقی حکومت نے بھی مالی سال 15ء میں جاریہ اخراجات کی نمو کو 7.3 فیصد تک محدود کردیا جبکہ گذشتہ سال یہ شرح 10.4 فیصد تھی۔ دیگر عوامل کے علاوہ بجلی کے شعبے کی کم زرِاعانت نے بھی م س 15ء کے دوران جاریہ اخراجات کی نمو کو کم کرنے میں کردار ادا کیا۔

اگرچہ حکومت مالیاتی خسارے کو بڑی حد تک محدود رکھنے میں کامیاب رہی تاہم ملکی وسائل پر مالکاری کا دباؤ پچھلے سال سے خاصا زیادہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ م س 14ء کے برخلاف جب پاکستان ڈویلپمنٹ فنڈ اور یورو بانڈ کے اجرا سے خاصا سہارا ملا تھا، م س 15ء کے دوران بیرونی رقم کم آئیں۔ ملکی وسائل میں حکومت نے کمرشل بینکوں پر زیادہ انحصار کیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، حکومت نے کمرشل بینکوں سے قرضے لے کر مرکزی بینک کا قرض بھی واپس کیا۔

سرکاری قرضہ

جاری کھاتے کے توازن میں بہتری اور بڑی حد تک محدود مالیاتی خسارے سے بڑھتے ہوئے قرض کو روکنے میں مدد ملی۔ مزید تقویت 4.2 ارب ڈالر کے باز قدر پیمائی کے فائدے کی وجہ سے ملی (کیونکہ اہم کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قیمت بڑھ گئی – **چھٹا باب**)۔ نتیجے کے طور پر پاکستان م س 15ء میں اپنی سرکاری قرض اور جی ڈی پی کی شرح کو پچھلے سال کی 65.41 فیصد سے کسی قدر کم کرکے 64.8 فیصد تک لانے میں کامیاب رہا۔[32] یہ صورتِ حال نومبر 2014ء میں پانچ سالہ صکوک بانڈ کے کامیاب اجرا کے باوجود پیدا ہوئی جس سے حکومت کو 50 کروڑ ڈالر کے ابتدائی ہدف کے مقابلے میں ایک ارب ڈالر اکٹھا کرنے کا موقع ملا۔

ملکی قرضے میں ملکیتی ڈھانچے میں بتدریج تبدیلی آئی اور وہ اسٹیٹ بینک سے کمرشل بینکوں کو منتقل ہوا کیونکہ حکومت نے م س 15ء کے دوران مرکزی بینک کے قرضے کی بڑی رقم واپس کی جس کا بڑا سبب آئی ایم ایف کی مقرر کردہ بالائی حدود کے مطابق اسٹیٹ بینک سے قرض کو محدود کرنا تھا۔ نتیجتاً آخر جون 2015ء میں ملکی قرضے میں مرکزی بینک کا حصہ کم ہوکر 18.6 فیصد ہوگیا جبکہ جون 2014ء میں 26.0 فیصد تھا۔

زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ملکی قرضے کا خاکہ عرصیت جو م س 14ء کی دوسری ششماہی میں بہتر ہونا شروع ہوا تھا م س 15ء میں بھی جاری رہا۔ مجموعی لحاظ قرضے کے مجموعی اسٹاک میں پی آئی بیز کا حصہ آخر جون 2015ء تک 33.9 فیصد تک پہنچ گیا جبکہ ایک سال قبل 29.4 فیصد تھا۔ تاہم اس بازار میں سیالیت کے حالات اور شرح سود کے منظر نامے کی بنا پر مالی سال کے دوران اس تبدیلی کی رفتار میں تغیر آیا۔

---

[30] ان میں سے ایف بی آر کے ٹیکس جی ڈی پی کا 9.5 فیصد ہیں، بقیہ صوبائی اور دیگر ٹیکس ہیں۔

[31] مالی سال 15ء کی تیسری سہ ماہی تک 27 فیصد سے زائد کی شرح نمو کے ساتھ ترقیاتی اخراجات کی تیز رفتار برقرار رکھنے کے بعد (جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی **تیسری سہ ماہی رپورٹ** م س 15ء میں مذکور ہے) جب محاصل کی کمی جاری رہی تو حکومت کو آخری سہ ماہی میں اخراجات روکنے پڑے۔

[32] یہ شرح سرکاری قرضے کی اسٹیٹ بینک کی تعریف پر مبنی ہے جو وزارت خزانہ کی تعریف سے مختلف ہے۔ وزارت خزانہ کے مطابق سرکاری قرض و جی ڈی پی کا تناسب م س 14ء میں 63.8 فیصد سے کم ہوکر م س 15ء میں 63.4 فیصد ہوگیا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے **ضمیمہ الف**: اعداد و شمار کی توضیح 5 (ب)۔

ابتدا میں بینک حکومتی تمسکات (ٹی بلز اور پی آئی بیز دونوں) میں سرمایہ کاری کرنے سے گریزاں تھے کیونکہ اسٹیٹ بینک نے بازار مبادلہ کو مستحکم کرنے کے لیے سیالیت کے سخت حالات برقرار رکھے۔[33] تاہم ستمبر 2014ء میں حکومتی تمسکات کے لیے کمرشل بینکوں کی طلب پھر بحال ہوگئی جس کی بڑی وجہ گرانی میں کمی اور گرانی کی توقعات کا کم ہونا تھی۔ خاص طور پر تین سالہ پی آئی بیز اس وقت زیادہ پرکشش ہوگئے جب نیلامی میں بڑی رقوم کو قبول کرنے کے حکومتی فیصلے سے اس میعاد کا ٹرم پریمیم بڑھ گیا۔[34, 35] چنانچہ کمرشل بینکوں نے پی آئی بی کی نیلامیوں میں بڑھ چڑھ کر بولیاں دیں خصوصاً سال کی دوسری سہ ماہی کے دوران جب بیرونی کھاتے میں بہتری سے بازار میں پالیسی شرح سود میں کمی کی توقعات پیدا ہوئیں۔

جنوری 2015ء میں پالیسی ریٹ میں دوسری کٹوتی اور حکومت کی جانب سے اپنے قبل از نیلامی کے اہداف پر بڑی حد تک قائم رہنے کی وجہ سے تین سالہ پی آئی بیز اور چھ ماہی ٹی بلز کے درمیان ٹرم پریمیم کم ہوگیا۔ اس کی وجہ سے کمرشل بینکوں کو ٹی بلز میں بھی سرمایہ کاری کرنے کا موقع ملا۔ بعد میں جب مئی 2015ء میں پالیسی ریٹ میں مسلسل چوتھی کٹوتی سے بازار کو یقین ہوگیا کہ شرح سود اپنی پست ترین سطح تک پہنچ چکی ہیں تو قلیل میعاد کی حکومتی تمسکات (ٹی بلز میں تین ماہ اور پی آئی بیز میں تین سال) زیادہ پرکشش ہوگئیں۔ جون 2015ء کے دوران منعقدہ نیلامیوں میں ٹی بلز اور پی آئی بیز کی قطع شرحوں میں اضافے سے اس تاثر کو مزید تقویت ملی۔

خاکہ عرصیت اور خاکہ ملکیت میں تبدیلی کے سودی ادائیگیوں کے حوالے سے مضمرات ہیں۔ جب حکومت نے اسٹیٹ بینک کے زیر تحویل ٹی بلز ادا کیے تو سودی ادائیگیوں میں اضافہ ہوگیا۔ تاہم خاکہ عرصیت میں تبدیلی کا اثر ملا جلا تھا۔ جہاں تک پی آئی بیز کا تعلق ہے، حالیہ برسوں میں (جب شرح سود زیادہ تھی) جاری کردہ وثیقہ جات پر ششماہی کوپن ادائیگیاں جنوری 2015ء میں واجب الادا ہوگئیں۔ اس کے نتیجے میں سودی ادائیگیوں میں بہت اضافہ ہوگیا۔ دوسری طرف کمرشل بینکوں کے حاصل کردہ بیشتر ٹی بلز کی عرصیت م س16ء میں ختم ہوگی جبکہ ٹی بلز (نیلام شدہ) پر سودی ادائیگی م س15ء میں کم تھی۔

آخر میں، سرکاری قرضے اور جی ڈی پی کا تناسب جو ابھی تک مالیاتی ذمہ داری و تحدید قرضہ ایکٹ 2005ء میں مندرج 60 فیصد کی حد سے متجاوز ہے پالیسی سازوں کے لیے باعث تشویش ہے۔ وسیع تر تناظر میں ساتویں این ایف سی ایوارڈ اور اٹھارہویں ترمیم کے تحت قابل تقسیم پول جاری کرنے کے بعد وفاقی حکومت کے پاس محدود وسائل رہ گئے ہیں جو صرف سودی ادائیگیاں اور دفاعی اخراجات پورے کرسکتے ہیں۔ مالیاتی کھاتے میں اس ساختی رکاوٹ نے حکومت کے لیے مذکورہ ایکٹ میں درج اہداف کا حصول مزید مشکل بنا دیا ہے۔

بیرونی شعبہ

بیرونی شعبے میں جو بہتری گذشتہ برس درج کی گئی تھی وہ م س15ء میں مزید مستحکم ہوئی۔ جاری کھاتے کا خسارہ کم ہوکر 2.6 ارب ڈالر رہ گیا جبکہ پچھلے سال 3.1 ارب ڈالر تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کارکنوں کی ترسیلاتِ زر کی بھرپور نمو نے تجارتی کھاتے اور بیرون ملک بھیجے جانے والے منافع کی پہلے سے زیادہ ترسیل کی تلافی کردی۔ یہ تجارتی خسارہ برآمدات میں کمی اور درآمدات میں اضافے دونوں کی وجہ سے بڑھا۔ مجموعی درآمدات 1.7 فیصد بڑھ گئیں حالانکہ تیل کی کساد بازاری کے بعد پٹرولیم کی درآمدات میں 3.2 ارب ڈالر کی کمی آئی تھی۔ اس کی وجہ اس مدت کے دوران نان آئل درآمدات تھیں۔[36] تاہم مالی کھاتے میں رقوم کی آمد جاری کھاتے کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس صورتِ حال میں آئی ایم ایف کی جانب سے 2.0 ارب ڈالر کی مدد سے مجموعی بیرونی کھاتہ مزید بہتر ہوگیا۔

بیرونی شعبے کی بہتری کی عکاسی ملک کے زرِ مبادلہ ذخائر میں بخوبی ہوئی جو 4.6 ارب ڈالر بڑھ کر آخر جون 2015ء تک 18.7 ارب ڈالر کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئے (ساتواں باب)۔ ان ذخائر سے بآسانی پانچ ماہ سے زائد کی اشیا و خدمات کی درآمدات پوری کی جاسکتی ہیں۔ سال کے بیشتر عرصے کے دوران امریکی ڈالر کے

---

[33] مالی سال 15ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران جاری کھاتے کے خسارے میں بہت اضافے اور آئی ایم ایف کے چوتھے جائزے کی تکمیل میں تاخیر کی بنا پر توازن ادائیگی دباؤ میں آ گیا۔

[34] مالی سال 15ء کی دوسری سہ ماہی کے دوران بینکوں نے پی آئی بی نیلامیوں میں 828.6 ارب روپے کی پیشکش کی جبکہ مجموعی ہدف صرف 150.0 ارب روپے تھا۔ حکومت کو ان نیلامیوں سے 354.3 ارب روپے حاصل ہوئے (ہدف کے دگنے سے بھی زیادہ)۔

[35] تین سالہ پی آئی بیز اور ششماہی ٹی بلز کے درمیان اوسط ٹرم پریمیم مالی سال 15ء کی پہلی اور دوسری سہ ماہی میں بالترتیب 244 بی پی ایس اور 131 بی پی ایس تھا۔

[36] پاکستان دفتر شماریات کے تیار کردہ تجارتی اعداد و شمار کے مطابق خام مال اور مشینری (مثلاً فولاد اور اس کی مصنوعات، مشینری اور کیمیکلز) کی بلند درآمدات کی وجہ سے صارفی اشیا (بشمول خوراک) کی درآمدات میں اضافہ ہوگیا۔

مقابلے میں پاکستانی روپیہ بھی مستحکم رہا۔ چنانچہ یہ امر باعث حیرت نہیں کہ ریٹنگ ایجنسیوں نے بھی ملک کا قرضے کا درجہ بلند کر دیا۔ [37]

اگرچہ بیرونی کھاتے کے فوائد حوصلہ افزا ہیں تاہم ان کا منبع بنیادی طور پر بلند ترسیلات اور اضافی بیرونی قرضے ہیں۔ [38, 39] یہ واضح ہے کہ پاکستان سرمائے کی بلند درآمد، صنعتی سامان اور مشینری کا خرچ اٹھانے کے لیے، جو معاشی نمو بڑھانے کے لیے لازمی ہیں، ہمیشہ ان دو ذرائع پر انحصار نہیں کرسکتا۔

ہمیں علم ہے کہ بیرونی قرضوں پر حد سے زیادہ انحصار مناسب نہیں (کیونکہ واپسی کے بوجھ سے معیشت کے لیے زرِ مبادلہ کے مسائل مزید بڑھ جاتے ہیں)۔ اسی طرح ترسیلاتِ زر بھر پور ہیں لیکن ان کی نمو کم ہونا شروع ہوگئی ہے۔ اگرچہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں کے یکدم گر جانے سے خلیج تعاون کونسل کے مما لک کے لیے مسائل پیدا ہوئے تاہم انہوں نے تیل کے علاوہ دیگر شعبوں (خصوصی طبیعی ڈھانچے) میں جو بھاری اخراجات کیے ہوئے ہیں ان سے اب تک ان معیشتوں کی اقتصادی سرگرمیاں برقرار ہیں اور پاکستان میں ترسیلاتِ زر کی آمد کو سہارا ملا ہوا ہے۔ چنانچہ م س 15ء میں اضافی ترسیلاتِ زر کا لگ بھگ 80 فیصد صرف خلیج تعاون کونسل کے مما لک سے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تیل کی منڈی میں کساد جاری رہا تو مستقبل میں ترسیلاتِ زر کی نمو مخدوش ہے۔

دوسری جانب زرِ مبادلہ کی آمدنی کے زیادہ پائیدار ذرائع یعنی برآمدات اور بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کے حوالے سے معاملات حوصلہ افزا نہیں۔ گذشتہ سال کے 2.7 فیصد اضافے کے مقابلے میں م س 15ء کے دوران برآمدات میں 5.7 فیصد کی کمی مایوس کن ہے۔ [40] خاص طور پر برآمدی حجم سال کے زیادہ حصے کے دوران مستحکم رہنے کے بعد م س 15ء کی چوتھی سہ ماہی میں تیزی سے کم ہوا (**شکل 1.4**)۔ اسی طرح بیرونی براہ راست سرمایہ کاری کی آمد کم رہی اور م س 14ء کے حجم کے تقریباً نصف تک پہنچ سکی جس کا بنیادی سبب (سیمنٹ، دھات اور ادویات میں) اخراج سرمایہ اور تیل و گیس کی دریافت (خام تیل کی قیمتوں میں کمی کے بعد) اور ٹیلی مواصلات میں رقوم کی کم آمد ہے۔

شکل 1.4 : برآمدات کا اشاریہ حجم

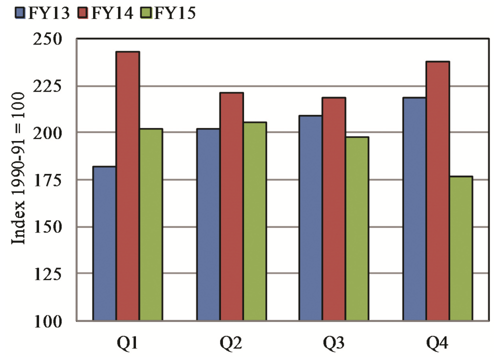

Source: Pakistan Bureau of Statistics

جدول 1.2: اہم معاشی اہداف اور پیش گوئیاں

		مالی سال16ء	
	م س15ء	ہدف[2]	اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیاں1
	فیصد نمو		
حقیقی جی ڈی پی	4.2[4]	5.5	4.0 – 5.0
صارف اشاریہ قیمت (اوسط)	4.5[4]	6.0	3.5 – 4.5
	ارب ڈالر		
ترسیلاتِ زر	18.7[1]	19.0	19.0 – 20.0
برآمدات (ایف او بی)	24.1[1]	25.5	22.9 – 23.4
درآمدات (ایف او بی)	41.1[1]	43.3	40.0 – 41.0
	فیصد جی ڈی پی		
مالیاتی خسارہ	5.3[3]	4.3	4.0 – 5.0
جاری کھاتے کا خسارہ	1.0[1]	1.0	0.5 – 1.5

ماخذ:

1 بینک دولت پاکستان؛ 2 منصوبہ بندی کمیشن؛ 3 وزارت خزانہ؛ 4 پاکستان دفتر شماریات

چین میں حالیہ سست روی اور فیڈرل ریزرو کی زری سختی کی توقع کی بنا پر ابھرتی ہوئی منڈیوں سے سرمائے کے فرار میں تیزی – یہ عالمی واقعات پاکستان کے لیے زرِ مبادلہ کی آمدنی لانا مشکل بنا رہے ہیں۔ تاہم چین پاکستان اقتصادی راہداری پر جاری عملدرآمد اور سلامتی کی ملکی صورتِ حال میں بہتری سے علاقائی منڈیوں سے بہتر روابط استوار کرنے اور برآمدات و سرمایہ کاری بڑھانے کا موقع ملا ہے۔ اس موقعے سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں اہم ضوابطی اور پالیسی اداروں میں ٹھوس اصلاحات درکار ہیں۔

---

[37] جون 2015ء میں موڈیز نے پاکستان کی ریاستی درجہ بندی Caa1 سے بڑھا کر B3 کر دی۔

[38] صف اوّل کے 20 مما لک میں ترسیلات زر کی نمو مستحکم ترین رہی جس سے ترسیلات م س 15ء میں 18.5 ارب ڈالر کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئیں جبکہ پچھلے برس 15.1 ارب ڈالر تھیں۔ جہاں تک بیرونی قرضوں کا تعلق ہے، صکوک کا اجرا (ایک ارب ڈالر)، حکومت کے بلند زرمبادلہ قرضے (1.3 ارب ڈالر) اور آئی ایم ایف کی مدد نمایاں رہی۔

[39] انتقال زر کے عالمی اداروں کے ساتھ ملکی مالی اداروں کے بہتر اشتراک اور پاکستان ریمی ٹنس انی شیٹو (PRI) کے اقدامات کے نتیجے میں ترسیلات زر غیر رسمی سے باضابطہ چینلز کے ذریعے آنے لگیں۔

[40] اجناس کی گرتی ہوئی قیمتوں سے اس سال برآمدی وصولیاں تو کم ہوئیں، برآمدی حجم بھی گھٹ گیا۔ پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان تندو تیز امریکی منڈی میں ہوا جہاں مجموعی درآمدات ریکارڈ بلند سطح پر پہنچ گئیں۔

1.3 منظر نامہ

مالی سال 16ء کے لیے مجموعی میکرو ماحول ملک کے لیے مثبت معلوم ہوتا ہے: بیرونی کھاتے کا منظر نامہ مستحکم ہے، مہنگائی ہدف سے کم رہنے کی توقع ہے، مالیاتی کھاتہ بہتر حالت میں ہوگا اور اجناس کی عالمی قیمتوں کے نیچے رہنے کا امکان ہے۔ علاوہ ازیں ملک کو مندرجہ ذیل واقعات سے بھی فائدہ ہوسکتا ہے:

1۔ پالیسی ریٹ 42 سال کی پست ترین سطح پر لایا گیا ہے۔

2۔ دہشت گردی کے خلاف حالیہ مہم کے بعد سلامتی کی صورتِ حال بہتر ہوئی ہے۔ بہتر سلامتی سے بیرونی سرمایہ کاری کے حوالے سے ملک کا تاثر بہتر ہوا ہے اور یہ فائدہ معیشت کے دیگر شعبوں میں نفوذ کرے گا (**باکس 1.1**)۔

3۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری ہمارے انفراسٹرکچر اور شعبہ توانائی کے مزمن مسائل کو حل کرنے کا منفرد موقع ہے۔ علاوہ ازیں شنگھائی تعاون تنظیم کی رکنیت سے پاکستان کو اپنی برآمدات کے لیے بڑی منڈی مل جائے گی اور توانائی اور انفراسٹرکچر کے شعبے میں سرمایہ آئے گا۔

4۔ ایران کے ساتھ امریکی معاہدے کی وجہ سے بہت سے ملکوں کے لیے ایرانی منڈی کھل جائے گی۔ ایران عالمی معیشت سے مربوط ہوگا تو پاکستان تجارت کو بہتر بنانے اور توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس منڈی پر توجہ دے سکتا ہے۔

حکومت نے م س 16ء کے لیے جی ڈی پی کا 5.5 فیصد کا ہدف مقرر کیا ہے جس کے مطابق تمام شعبوں (یعنی زراعت، صنعت اور خدمات) کے م س 15ء سے زیادہ شرح سے نمو پانے کی توقع ہے۔ سالانہ منصوبہ م س 16ء کے مطابق چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تحت توانائی اور انفراسٹرکچر کے منصوبوں میں ممکنہ سرمایہ کاری سے نہ صرف صنعتی نمو بڑھے گی بلکہ ذیلی شعبے ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات پر اس کے اثرات سے بھی خدمات کے شعبے میں نمو کو تقویت ملے گی۔ مجموعی جی ڈی پی کو درپیش سب سے بڑا خطرہ

باکس 1.1: سلامتی کی صورتِ حال میں حالیہ بہتری – امن سے استفادے کی امید

دسمبر 2014ء میں پشاور کے آرمی پبلک اسکول میں دہشت گردوں کے حملے نے پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا رخ بدل دیا کیونکہ اس واقعے کے نتیجے میں ملک میں شدت پسندوں کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کے لیے وسیع البنیاد حمایت فراہم ہوئی۔ خاص طور پر نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد سے حالیہ مہینوں میں سلامتی کی مجموعی صورتِ حال میں ٹھوس بہتری نظر آئی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ قومی سلامتی کو درپیش اس بڑے خطرے کے دور ہونے سے ملک کی نمو کو سست کرنے والا ایک بہت اہم عنصر ختم ہوجائے گا۔

شکل 1.1.1: سری لنکا کے معاشی اظہاریے (اوسط نمو)

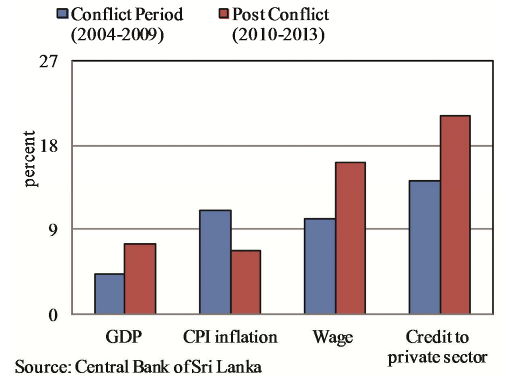

Source: Central Bank of Sri Lanka

ماضی پر نظر ڈالیں تو دہشت گردی کے خلاف طویل جنگ میں 2001ء سے اب تک بھاری نقصانات ہوئے ہیں۔ زندگیوں کے ضیاع اور انسانی صدموں کے علاوہ ملک کو کئی دیگر خسارے بھی برداشت کرنے پڑے ہیں، مثلاً

- جنگ سے طبیعی ڈھانچے کو بہت نقصان پہنچا ہے جو مالی زیاں کا باعث بنا،
- ملک کی کاروباری سرگرمیوں میں خلل کی وجہ سے برآمدات متاثر ہوئیں (برآمد کنندگان وقت پر آرڈرز کی تکمیل نہ کرسکے)۔ بعض مواقع پر دہشت گردی کے خطرے سے پیدا ہونے والی غیر یقینی کیفیت کی بنا پر غیر ملکی خریدار دیگر معتبر ذرائع سے رجوع کرنے پر مجبور ہوگئے،
- انشورنش پریمیم میں اضافے (جس سے ملک میں خطرے کے عنصر کی عکاسی ہوتی ہے) سے کاروبار کرنا گراں تر ہوگیا،
- امن وامان اور عوام کے سماجی تحفظ پر اخراجات بڑھنے سے نہ صرف مالیاتی کیفیت کمزور ہوئی بلکہ نمو کو تحریک دینے والی سرکاری و نجی سرمایہ کاریوں کی گنجائش بھی محدود ہوئی (خصوصاً تعلیم اور صحت میں)،
- غیر یقینی کیفیت میں اضافے سے سرمایہ کاروں کا اعتماد کمزور ہوا اور آنے والے سرمائے کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

پاکستان اقتصادی سروے کے مطابق دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کو 2001ء سے اب تک 87 کھرب روپے کا نقصان ہوچکا ہے، جو م س 15ء کی نامیہ جی ڈی پی کا تقریباً ایک تہائی ہے۔

اس پس منظر میں سلامتی کی صورتِ حال میں بہتری نمو اور معاشی استحکام کے حوالے سے خاصے اقتصادی فوائد کے لیے موقع فراہم کرتی ہے۔ ہمارے پاس سری لنکا کی مثال موجود ہے جہاں طویل خانہ جنگی کے خاتمے کے بعد ملک کے کئی معاشی اظہاریوں میں نمایاں بہتری آئی (**شکل 1.1.1**)۔ اگرچہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے مالیاتی اخراجات وسط مدت میں نہیں ہوں گے تاہم ہمیں توقع ہے کہ ملک میں امن وامان کے استحکام سے کاروبار اور سرمایہ کار کا اعتماد بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ اس سے نجی سرمایہ کاری کو ترغیب ملے گی جو پائیدار نمو کے لیے لازمی ہے۔ تاہم امن کے قیام سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے پاکستان کو مالیاتی پالیسیوں، توانائی اور خدمات عامہ کے شعبوں میں ساختی اصلاحات پر عملدرآمد کرنا ہوگا۔

شعبہ زراعت سے لاحق ہے جہاں حالیہ بارشوں اور سیلاب سے کپاس کی فصل کو نقصان پہنچنے کی اطلاعات ہیں۔[41] علاوہ ازیں مسلسل کم قیمتوں سے کاشت کاروں کی بہتر معیار کے خام مال پر خرچ بڑھانے کی حوصلہ شکنی ہوسکتی ہے۔[42]

دوسری جانب م س 16ء کے لیے گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت سال کے لیے 6.0 فیصد کے ہدف سے نیچے رہنے کا امکان ہے۔ اس منظرنامے کو چینی معیشت کی توقع سے زیادہ سست رفتاری سے خطرہ درپیش ہے جس سے اجناس کی عالمی قیمتوں میں مزید کمی کے لیے دباؤ پڑ سکتا ہے۔ تاہم ترقی یافتہ معیشتوں کے برخلاف (خصوصاً یورو خطے کے ممالک میں) جہاں ارزانی ایک دشوار معاشی مسئلہ بن کر سامنے آئی ہے، پاکستان میں گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کے صفر فیصد سے نیچے جانے کی توقع نہیں (**خصوصی سیکشن 3**)۔ کئی امور اس تجزیے کو تقویت دیتے ہیں: (الف) بجلی کے نرخوں میں حالیہ اضافہ اور گیس انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ سیس (GIDC) کی وصولی، (ب) اہم تجارتی حلیفوں کے مقابلے میں مستحکم پاکستانی روپیہ جس سے کم گرانی کی درآمد کا خطرہ کم ہوگیا، (ج) تیل کی عالمی قیمتیں اتنی تیزی سے نہیں گریں گی جتنی پچھلے سال گری تھیں، اور آخر میں (د) انفراسٹرکچر میں مجوزہ اخراجات، زری نرمی اور امن وامان کی صورتِ حال میں بہتری کے پیش نظر ملکی طلب مستحکم رہنے کا امکان ہے۔

بیرونی شعبے کا منظرنامہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ توقع ہے کہ برآمدات کو پاکستانی روپے کی حالیہ کمزوری، پالیسی ریٹ میں کمی[43] اور برآمدات بڑھانے کے لیے حکومت کے کئی اقدامات سے فائدہ پہنچے گا۔[44] اگر تیل کی قیمتیں نیچے رہیں تو درآمدات کے بھی کم رہنے کا امکان ہے۔[45] واحد خطرہ خلیج میں تیل کی پست قیمتوں کی بنا پر انفراسٹرکچر کے اخراجات میں ممکنہ کمی سے لاحق ہے جس سے پاکستان میں ترسیلاتِ زر کی نمو رک سکتی ہے۔

جہاں تک مالیاتی خسارے کا تعلق ہے، حکومت م س 16ء میں اسے ایک فیصدی درجے کم کر کے 4.3 فیصد تک لانے کا ہدف بنائے ہوئے ہے۔ تاہم اس ہدف کے لیے ایف بی آر کے محاصل میں 19.9 فیصد نمو فرض کی گئی ہے (یعنی 3104 ارب روپے بمقابلہ پچھلے سال کے 2588 ارب روپے)۔ اس ہدف کا حصول مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگلے سال بھی اجناس کی عالمی قیمتیں کم رہنے کا امکان ہے جس سے ٹیکس محاصل (خصوصاً کسٹم ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس) اور بعض نان ٹیکس محاصل میں کمی آسکتی ہے۔

یہ حالات مثبت ہیں اور وسط مدت میں پائیدار اور بلند جی ڈی پی نمو کے لیے ماحول مہیا کرتے ہیں تاہم نمو کی راہ میں جو مسائل طویل عرصے سے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں (توانائی کی مسلسل قلت، پانی کی کمی، کم ٹیکس جی ڈی پی تناسب، سست شرح سرمایہ کاری) کو ترجیحی بنیاد پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ وژن 2025ء میں جی ڈی پی نمو کو 2018ء اور اس سے آگے 8 فیصد سے زائد تک لے جانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے انسانی سرمائے میں وسائل صَرف کر کے پیداواری سطح میں نمایاں اضافے کی ضرورت ہوگی۔ مزید برآں سرمایہ لانے اور صنعتی و برآمدی بنیاد کو وسیع کرنے کے لیے ایک موثر و مربوط صنعتی پالیسی درکار ہے۔ اس کے نتیجے میں جو تبدیلی آئے گی اس سے نہ صرف فی کس آمدنی کی نمو بڑھے گی بلکہ نمو کی راہ میں حائل زرِمبادلہ کے مسائل بھی حل ہوں گے۔

---

[41] کاٹن کراپ اسیسمنٹ کمیٹی نے 11 نومبر 2015ء کو ہونے والے اپنے آخری اجلاس میں م س 16ء کے لیے کپاس کی پیداوار کا تخمینہ 11.3 ملین گانٹھیں لگایا۔ اس سطح پر کپاس کی پیداوار نہ صرف 15.5 ملین گانٹھوں کے ہدف سے بہت دور ہے بلکہ پچھلے سال حاصل ہونے والی پیداوار 14.0 ملین گانٹھوں سے بھی کم ہے۔

[42] حکومت نے زراعت کے لیے حال ہی میں 341 ارب روپے کے امدادی پیکیج کا اعلان کیا ہے جس میں براہ راست نقد امداد (147 ارب روپے) اور آسان زرعی قرضوں کی فراہمی (194 ارب روپے) شامل ہیں۔ توقع ہے کہ اس پیکیج سے کاشت کاروں کی آمدنی پر اجناس کی کم قیمتوں کے اثر کی تلافی ہوجائے گی۔

[43] پاکستانی روپے کی قیمت میں 30 جون اور 21 ستمبر 2015ء کے درمیان امریکی ڈالر اور یورو کے مقابلے میں علی الترتیب 2.5 فیصد اور 3.8 فیصد کی کمی ہوئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، شرح سود کوریڈور کی بالائی شرح ستمبر 2015ء میں مزید کم کر کے 6.5 فیصد کردی گئی۔

[44] برآمدات میں اضافے کے لیے حکومت نے وفاقی بجٹ 16-2015ء میں مختلف اقدامات کا اعلان کیا ہے: (i) ایگزم بینک آف پاکستان کا قیام، (ii) برآمدی فنانس ریٹ میں کمی اور طویل مدتی مالکاری سہولت، (iii) زمینی پورٹ اتھارٹی کا قیام، (iv) ٹیکنالوجی اپ گریڈیشن فنڈ کا آغاز وغیرہ۔

[45] کم قیمتوں کے باوجود اوپیک اب بھی خام تیل ریکارڈ حجم میں نکال رہا ہے۔